ترجمہ : ڈاکٹر محمد طاہر ملک

فتنہ عظمیٰ کی تاریخ

("THE DATE OF THE GREAT FITNA" by Prof. G.H.A. JUYNBOLL)

جب پروفیسر شاخت (Schacht) کی کتاب "قانونِ محمدی کا سرچشمہ" (The Origins of Muhammadan Jurisprudence) ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی تو بہت جلد اسے عام مقبولیت حاصل ہوگئی، لیکن کسی اسکالر نے اس کتاب میں مہیا کردہ تمام مواد کا تنقیدی جائزہ نہیں لیا، اس لیے کہ کتاب مجموعی طور پر اتنے حوالوں پر مشتمل ہے کہ ان سب کا تنقیدی جائزہ لینا کسی ایک اسکالر کے لیے دشوار ہے، اور نتیجتاً صرف چند حضرات نے کچھ سطحی جائزہ لینے کی کوشش کی ہے مثلاً N.J. Coulson، J.W. Fuck اور A. Guillami چند نکات کو زیر بحث لائے ہیں۔

نظریات میں سے ایک نظریہ جسے شاخت نے قائم کیا ہے، اس کا تعلق ایک سیاسی واقعہ (شہادت) سے ہے، جسے اصطلاح میں "الفتنہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اگرچہ شاخت کے اس نظریے کو مقبولیت حاصل نہ ہوئی مگر اس کی بھرپور تردید بھی نہ کی گئی۔ اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ اس نظریے کا تنقیدی جائزہ لیا جائے۔ زیر بحث مقالے کا موضوع اسی ضرورت کو پورا کرنا ہے۔

عام طور پر محققین اب تک اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی ۳۵ھ (۶۵۶ء) میں شہادت کے بعد عالمِ اسلام ایک ایسے دور میں داخل ہوا جس پر فتنے کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ مسلمانوں کی بیان کردہ وہ روایت ہے جس کو مغربی علما نے بلا کسی تردد کے قبول کیا ہے۔ مثلاً ولہوزن (Wellhausen) نے اپنی کتاب "عرب حکومت اور اس کا زوال" (Das arabische Reich und sein Sturz) میں دنیا کو "لفظ فتنہ" سے متعارف کروایا تو اس نے کوئی عربی ماخذ نہیں بیان کیا۔ میں نے بھی اس کے بعد کی کتابوں میں کوئی ایسا سراغ نہیں پایا جو بتا سکتا ہو کہ اس مسئلے میں کوئی اختلاف ہے۔ ہاں، البتہ شاخت نے ایک نظریہ پیش کیا اور دعویٰ کیا کہ اموی خلیفہ ولید بن یزید کے ۱۲۶ھ (۷۴۴ء) میں قتل ہونے کے بعد اسلام فتنے کے دور میں داخل ہوا، بالفاظِ دیگر اس تاریخ (۳۵ھ) (۶۵۶ء) کے ۸۸ سال بعد جو عموماً مغربی اور مشرقی علما کی جانب سے دورِ فتنہ کی بنیادی

تاریخ مانی جاتی رہی ہے۔

"اسناد" کے استعمال کی ابتدا سے بحث کرتے ہوئے شاخت (اپنی کتاب کے ص ۳۶ پر) رقم طراز ہے:

(۱) "ابن سیرین تابعی کا بیان ہے کہ اسناد کا مطالبہ اور اس کا اہتمام "فتنہ" خانہ جنگی کے وقت سے شروع ہوا۔ [یہ وہ دور تھا] جب لوگوں کا اعتبار جاتا رہا تھا، تاآں کہ ان کو پرکھ نہ لیا جائے"۔

(۲) "۔۔۔ اموی حکومت کے آخری دور میں خانہ جنگی خلیفہ ولید بن یزید کے ۱۲۶ھ میں قتل سے شروع ہوئی، اس واقعہ تک وہ زمانہ ہے جس کو اصطلاحاً بہتر دور کہا جاتا ہے، اس لیے کہ اب تک سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جاتی رہی تھی"۔

(۳) "ابن سیرین کی وفات ۱۱۰ھ میں مانی جاتی ہے"۔

(۴) "اس لیے ابن سیرین کی طرف جو بیان منسوب ہے وہ غلط ہے، بہرحال اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ "اسناد" کا استعمال دوسری صدی ہجری کی ابتدا کی بات ہے"۔

شاخت نے Robson کی اس رائے کی بھی تردید کی ہے کہ اسناد کا استعمال پہلی صدی ہجری کی آخری تہائی میں شروع ہو چکا تھا۔

مندرجہ بالا صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ شاخت کا مطلب یہ ہے کہ اسلام میں پہلا اہم تغیر جسے "فتنہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ ولید بن یزید کے قتل کا نتیجہ تھا۔ شہادتِ عثمانؓ کے بعد جو خانہ جنگی ہوئی یا اس کے بعد جو اہم واقعات ہوئے اسے اس عہد میں "فتنہ" کا نام نہیں دیا گیا۔ شاخت کی کتاب مذکور کا ایک اور حوالہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ولید کے قتل سے جو بحرانی کیفیت پیدا ہوئی تھی اسی کو شاخت عظیم فتنہ قرار دیتا ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۷۱)

اوزاعی [۔۔۔] اس بات کے قائل ہیں کہ عمرؓ اور عثمانؓ (اور اس سے آگے یعنی خانہ جنگی اور ولید بن یزید کے ۱۲۶ھ میں قتل ہونے ۔ یہ الفاظ مقالہ نگار کے ہیں) تک مسلمان بغیر رکاوٹ کے اپنے اعمال بجا لاتے رہے۔ شاخت نے اوزاعی کے جو اقوال نقل کیے ہیں، وہ یہ ہیں: (۱) "۔۔۔ اس فتنے تک جو ولید بن یزید کے قتل کے بعد پیدا ہوا، مسلمانوں نے کبھی یہ (طریقہ) ترک نہیں کیا۔۔۔"

(۲) "گزشتہ زمانوں میں اس فتنے تک جو ولید بن یزید کے قتل کے بعد پیدا ہوا، مسلم علما [ایک

خاص طریقۂ اتباع) کے عادی تھے۔"

اوزاعی کے بیانات کا ابنِ سیرین سے منسوب بالا روایت کا مقابلہ کرنے سے پہلے جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ اس کی تاریخی صداقت کا پتا چل سکے۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاخت نے اوزاعی کے بیان کو صحیح تسلیم کیا ہے اور ابن سیرین سے منسوب روایت کو اوزاعی کے بیان کی روشنی میں جعلی قرار دیا ہے اور رد کر دیا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اوزاعی ہی کا بیان جعلی قرار دیا جا سکتا ہے جس کو کسی شخص نے بعد میں رواج دے دیا ہے، اس لیے کہ تاریخ کا تعین یا تو صحیح ہے اور اسی بنا پر تاریخی اعتبار سے اس کا تعین ۱۲۶ھ (۴۴۴ء) کے طور پر بیان کیا گیا ہے، یا غلط ہے، اور غلط ہونے کی صورت میں بعد کے اذہان کی پیداوار ہے۔

بہرحال، چوں کہ زیرِ بحث جو موضوع ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کی پہلی خانہ جنگی جس کو "فتنہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ۱۲۶ھ میں شروع ہوئی یا اس سے پہلے، اس لیے اس بات کے پیشِ نظر اوزاعی کا بیان خارج از بحث ہے۔

شاخت کے اس مفروضے کو کہ ابن سیرین کی طرف جو روایت منسوب ہے وہ جعلی ہے، صحیح مان لینے کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس شخص کا کیا مقصد تھا جس نے ابنِ سیرین کی روایت کی تشہیر کی؟ کیا اس کا مقصد یہ تھا کہ ابن سیرین کے حوالے سے اس بات کی شہادت مل جائے کہ اسناد کا خصوصی استعمال "فتنہ" (عثمانؓ کی شہادت کے) وقوع کے فوراً بعد شروع ہو گیا تھا، (اور اس کے علاوہ کیا مقصد ہو سکتا ہے؟)

شاخت نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ فنِ تنقیدِ حدیث کے ارتقا میں ایک خاص ذہنیت جو کام کرتی نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ روایت (سند) کو آہستہ آہستہ پیچھے (اوپر کے راوی تک) پہنچایا جائے۔

میرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ان "تاریخوں" کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا ہے، جن پر تنقیدِ حدیث کے معیار کی بنیاد مانی جاتی ہے۔ اسناد کا استعمال تنقیدِ حدیث کا ایک معیار ہے — مسلم علما اس بات پر متفق ہیں کہ اسناد کی چھان بین کا (جو تنقیدِ حدیث کا ایک معیار ہے) استعمال ۳۵ھ میں ہونے والے واقعے کے

بعد ہی شروع ہو گیا تھا، لیکن اس تنقید سے صحابۂ کرام مستثنیٰ تھے، اس لیے کہ وہ سب کے سب عدول اور شک و شبہ سے بالاتر تھے۔ لیکن دوسری طرف یہ ثبوت بھی ہے کہ ابن قتیبہ (۲۷۶ھ/۸۸۹ء) جیسا عالم اس اصول سے ناواقف تھا کہ تمام صحابہ کی صداقت و عدالت مسلم الثبوت ہے، اسی طرح امام مسلم نے بھی اس اصول کو اپنی کتاب کے طویل مقدمے میں بیان نہیں کیا ہے۔ سب سے پہلا ماخذ جس میں اس اصول کا ذکر ملتا ہے وہ ہے کتاب الجرح والتعدیل مصنفہ ابن ابی حاتم الرازی جن کا انتقال ۳۲۷ھ (۹۳۸ء) میں ولید بن یزید کے قتل کے ۱۹۴ سال اور عثمانؓ کی شہادت کے ۲۸۲ سال بعد ہوا۔ بالفاظ دیگر تنقیدِ حدیث کا ایک خاص اصول سیکڑوں سال بعد وجود میں آیا جو تنقیدِ حدیث پر سب سے اول کتاب میں مذکور ہے ـــــ اس موقع پر مندرجہ ذیل سوالات اٹھائے جا سکتے ہیں:

۱۔ کیا دونوں یعنی اوزاعی اور ابن سیرین کی رپورٹ میں جو لفظ "فتنہ" استعمال ہوا ہے، اس سے مراد "خانہ جنگی" ہے یا "اضطراب و ہیجان"۔

۲۔ کیا لفظ "فتنہ" ہمیشہ انہی دونوں معنوں کو ظاہر کرتا ہے، اور

۳۔ ابن سیرین کے بیان میں لفظ "فتنہ" سے کون سی "خانہ جنگی" مراد ہے۔

قرآن میں ۳۴ بار لفظ "فتنہ" آیا ہے جو صرف مصیبت و پریشانی، برائی کی طرف مائل (کرنے والا) یا آزمائش کے معنوں میں مختلف طریقوں سے استعمال ہوا ہے۔ مثلاً کفر، امارت و دولت، اولاد، تعذیب، سزا اور قتل۔

میرا نکتۂ نظر یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں لفظ "فتنہ" اس "خانہ جنگی" کے لیے استعمال نہیں ہوا تھا جو ابتدائے اسلام میں واقع ہوا تھا، بلکہ خانہ جنگی کے معنی میں بعد میں مستعمل ہوا، اور تعجب کی بات ہے کہ تیرھویں صدی عیسوی میں مرتب کردہ لغت "لسان العرب" میں عثمانؓ کی شہادت کے بعد پیدا ہونے والے ہنگامی حالت کو لفظ "فتنہ" کی بحث میں صراحتاً ذکر نہیں کیا گیا ہے "فتنے" کی جو تعریف اس کتاب میں ہے وہ یہ ہے:

"مایقع بین الناس من القتال" یا "القتل والحرب والاختلاف علی الذی یکون بین الفرق المسلمین اذا تحزبوا"

اس طرح زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تعریفیں "خانہ جنگی" کے معنی کے قریب ہیں۔

بہرحال ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ "فتنے" کا استعمال عثمانؓ کے زمانے میں ہونے والے ہنگامی حالات کے لیے کس طرح ہونے لگا، اور اس بات کی نشان دہی کی کوشش کی جائے گی کہ سب سے پہلے کس نے استعمال کیا، اس لیے ہم مصنفین کا ذکر ان کی موت کے اعتبار سے ترتیب وار کریں گے تاکہ صحتِ بیان کا اندازہ لگایا جا سکے۔ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جس میں اس کا تعین ناممکن ہے کہ یہ بات کس زمانے میں کہی گئی۔ بہرحال اس سے یہ پتا ضرور چلتا ہے کہ یہ بیان مصنف کی موت کے بعد کا نہیں ہو سکتا۔

سب سے پرانی کتاب جو طبع ہو چکی ہے وہ ابنِ سعد (۲۳۰ھ / ۸۴۵ء) کی "الطبقات الکبریٰ" ہے۔ ابن سعد نے عثمانؓ کی شہادت کے سلسلے میں دو دفعہ لفظ "فتنہ" استعمال کیا ہے۔

۱۔ "... وکان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذین خذلوہ کرھوا الفتنۃ وظنوا ان الامر لا یبلغ قتلہ ..."

عبارت سے ظاہر ہے کہ "فتنہ" عثمانؓ کی شہادت کے بعد ہونے والی "خانہ جنگی" کو نہیں بتاتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ سلسلۂ کلام یہ بتاتا ہے کہ جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ شہادتِ عثمان سے پہلے کا ہے۔ مختلف توجیہات تو اس عبارت کی ہو سکتی ہیں، لیکن یہ بات کہنی مشکل ہے کہ موزوں ترین کون سے معنی ہیں۔ اس کے علاوہ اس بیان کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشین گوئی ہے جو ابوداؤد میں مذکور ہے۔

ابنِ سعد کا دوسرا بیان جس میں "فتنہ" کا لفظ استعمال ہوا ہے، یہ ہے:

۲۔ اللھم احصھم عددا واقتلھم بددا، ولا تبق منھم احدا، قال مجاھد فقتل اللہ منھم من قتل فی الفتنۃ۔

اس جملے میں "فتنے" سے مراد عثمانؓ کے قتل کے بعد ہونے والی "خانہ جنگی" ہے۔ یہ بیان الواقدی (۲۰۷ / ۸۲۳ء) کے متباین بیان کا خلاصہ ہے جیسا کہ الطبری نے دیا ہے، جس میں محاصرین اپنی کارروائی کو مبنی بر انصاف قرار دیتے ہوئے عثمانؓ سے دست برداری کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس بیان میں "فتنے" کا لفظ استعمال ہوا ہے، تفصیل آگے ۱۵ نمبر میں ملاحظہ ہو۔

یہ دونوں بیانات عباسی دور کے معلوم ہوتے ہیں، اس لیے کہ یہ ناممکن ہے کہ اموی دور میں کوئی کتاب لکھی جائے اور اس میں عثمانؓ کے قاتلین کا مطالبہ صحیح ہونے کا ذکر ہو۔ الطبری کے مختلف بیانات

اس کا اظہار کرتے ہیں) اگرچہ یہاں فتنے سے مراد خانہ جنگی ہے، لیکن اغلب امید یہ ہے کہ اس کا استعمال زوال بنی امیہ یعنی ۱۳۲ھ کے بعد ہوا۔ ایک نکتہ یہ وضاحت طلب ہے کہ ابن سعد کی روایت کے اسناد میں عمر بن عاصم الکلابی، حفص بن ابی بکر، حجاج بن سری اور مجاہد ہیں۔ حفص بن ابی بکر اور حجاج بن سری کا رجال کی کسی کتاب میں ذکر نہیں ہے۔ مصعب بن عبداللہ بن مصعب الزبیری (۲۳۶ھ / ۸۵۱ء) کی کتاب "نسب القریش" میں فتنے کی جمع "فتن" کا ذکر ملتا ہے۔

۳ — قام ابوھریرۃ فقال اشھد لسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تکون بعدی فتن واحداث او امور واحداث ... قلنا فاین المنجا منھا یارسول اللہ قال الی الامین وحزبہ واشار الی عثمان۔

اس حدیث کے متن میں اختلاف ہے، لفظ "فتن" کا متبادل "امور" کا استعمال ظاہر کرتا ہے کہ اس سے مقصد "پریشان کن حالات" ہیں۔ مزید یہ کہ پیشین گوئی سے متعلق احادیث موضوعہ میں سے یہ بھی ایک ہے — دوسرا ماخذ خلیفہ ابن خیاط (۲۴۰ھ / ۸۵۴ء) کی تاریخ ہے، لیکن شہادتِ عثمان کے بیان کے سلسلے میں مصنف نے "فتنے" کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے — مسند احمد بن حنبل (۲۴۱ھ / ۸۵۵ء) میں شہادتِ عثمانؓ کے سلسلے میں متعدد بار لفظ فتنہ کا استعمال پایا جاتا ہے، مثلاً

۴ — قتل عثمانؓ سنۃ خمس وثلاثین، فکانت الفتنۃ خمس سنین منھا اربعۃ اشھر للحسن۔

کتاب مذکور کو ایڈٹ کرنے والے احمد۔ ایم شاکر نے اس حدیث کے اسناد کو منقطع قرار دیا ہے، اس لیے کہ سب سے اوّل سند عبداللہ بن محمد بن عقیل ہے جن کی وفات ۱۴۰ھ میں یا اس کے بعد ہوئی، تو یہ شہادتِ عثمانؓ کے عینی شاہد کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ اس طرح کی بحث کوئی اہمیت نہیں رکھتی، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اسناد صحیح ہے یا جعلی؟ اگر پہلی صورت ہے تو پھر بقول ابن حجر راوی کمزور ہے، اور دوسری صورت میں تو حدیث بہرحال مشکوک ہو ہی جاتی ہے۔ احمد شاکر نے مزید کہا ہے کہ "چار" کی جگہ "چھ" ہونا چاہیے۔

۵ — قال سعد بن ابی وقاص عند فتنۃ عثمان بن عفان اشھد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انھا ستکون فتنۃ القاعد فیھا خیر من القائم والقائم خیر من

الماشی ...۔"

یہ حدیث بھی موضوع ہے جس کو سیاسی وجوہ کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بعد کی تاریخ میں شامل کر دیا گیا۔

جاحظ (۲۵۵ھ / ۸۶۸ء) نے اپنی کتاب "العثمانیہ" میں "فتنے" کا استعمال متعدد جملوں میں کیا ہے:

۶۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ستکون فتنۃ، ھذا فیھا یومئذ علی الحق واومأ الی رجل مقنع، فکشف عن رأسہ فاذا ھو عثمان۔

حدیثِ سابق کی طرح یہ بھی ایک پیشین گوئی ہے اور ظن غالب ہے کہ یہ بھی موضوع حدیث ہے۔

۷۔ قال سعید بن زید بن عمرو بن نفیل فتنۃ عمیاء یخبط اھلھا۔

یہ روایت اتنی مختصر ہے کہ اس میں لفظ "فتنۃ" کا صحیح مفہوم متعین نہیں کیا جا سکتا۔ حدیث کا یہ متن Concordance میں مذکور نہیں ہے، اس بات کے پیشِ نظر کہ یہ صرف جاحظ ہی ہے جو اس کو بیان کرتا ہے، اس کو مشکوک بنا دیتا ہے، اس لیے کہ جاحظ نے کوئی سند بیان نہیں کی ہے۔ ہاں "فتنۂ عمیاء" کے لفظ کے ساتھ ابو داؤد اور مسند احمد بن حنبل میں روایت ضرور ہے جو پیشین گوئی کی قسم سے معلوم ہوتی ہے۔

۸۔ وزعم ابن سیرین والشعبی انھما قالا وقعت الفتنۃ بالمدینۃ ... فسمیا حرب علی وطلحۃ والزبیر وصفین فتنۃ۔

جاحظ جب یہ کہتا ہے کہ "راویوں نے دعویٰ کیا کہ انھوں نے کہا ..." تو گویا جاحظ خود اس کے متعلق مطمئن نہیں، اور اس نے اسناد کو حذف کر دیا، اگرچہ ابن سیرین اور الشعبی (۱۰۵ھ / ۷۲۳ء کے قریب فوت ہوئے) معتبر راوی ہیں، لیکن ان کا یہ بیان مذکورہ بالا اس روایت کے جز کا "الحاقی" حصہ معلوم ہوتا ہے جس میں ابنِ سیرین نے استعمال اسناد سے گفتگو کی ہے۔ "الحاقی" سے مراد ہے کہ بیانات کے وہ حصے جو کسی خاص حدیث یا بیان کو مضبوط بنانے کے لیے مستعمل ہوتے ہیں، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک معجزے کو بیان کرنے والی حدیث میں الحاقی حصہ اس طرح پایا جاتا ہے کہ اس کو بیان کرنے کے لیے مختلف قسم کے حالات و کیفیات کو بیان کیا جاتا ہے، جیسے یہ کہ کون کون اس وقت موجود تھا، سامعین کا کیا تاثر تھا، بعض اہم صحابہ کی کیا کیفیت تھی، اس سے مقصد

صرف یہ ہوتا ہے کہ خاص واقعہ کی اہمیت ظاہر کی جائے۔

ابن اعثم (۲۵۲ / ۸۶۶ کے بعد) نے ایک جملہ بیان کیا ہے جس میں علیؓ اپنے ساتھیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں

۹ — وان الفتنة کالنار کلما اسعرت ازدادت۔

اس کے مقابلے میں الطبری میں بھی ایک جملہ ہے جس میں "فتنہ" بغیر حرف تعریف استعمال ہوا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ "فتنہ" فلسفیانہ انداز میں استعمال ہوا ہے۔

۱۰ — اذا نحن بایعنا علیا فحسبنا ابوحسن مما نخاف من الفتن

لفظ "فتنہ" کا استعمال یقینی طور پر شاعرانہ تخیل ہے یعنی بلیات، سختیاں۔

احمد بن حنبل کے بعد ایک بڑی جامع حدیث کا ذکر کیا جائے گا یعنی البخاری جن کا انتقال ۲۵۶ھ/ ۸۷۰ء میں ہوا۔ صحیح البخاری میں ہم مختلف مقامات پر عثمانؓ کے سلسلے میں لفظ "فتنہ" کا استعمال پاتے ہیں۔

۱۱ — قال اللیث عن یحیی [بن سعید] عن سعید بن المسیب وقعت الفتنة الاولی یعنی مقتل عثمان، فلم یبق من اصحاب بدر احداً ثم وقعت الفتنة الثانیة یعنی الحرة ... ثم وقعت الثالثة .....؟

یہ بات بالکل عیاں ہے کہ اس حدیث میں "فتنے" سے مراد "خانہ جنگی" ہے، لیکن یہ حدیث سعید بن المسیب کا ایک تشریحی بیان ہے جس کو انھوں نے بطور خود اس حدیث کے ساتھ منسلک کر دیا ہے جس میں جنگِ بدر کے قیدیوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اور اس طرح واضح طور پر موضوع ہے، مزید برآں نہ صرف یہ کہ سعید بن المسیب (جن کا انتقال ۹۳ — ۱۰۰ھ/ ۷۱۲ — ۷۱۸ء کے درمیان ہوا) مختلف حدیثوں میں جعلی سند کے طور پر استعمال ہوئے ہیں، بلکہ یہ کہ متنِ حدیث بذاتِ خود بے بنیاد ہے، اس لیے کہ عثمانؓ کی شہادت کے وقت مختلف صحابہ کرام زندہ تھے جنھوں نے غزوۂ بدر میں حصہ لیا تھا، مثلاً علیؓ، سعدؓ بن ابی وقاص اور زبیرؓ۔ اس لیے اس بیان کو بھی من گھڑت احادیث کا ایک حصہ سمجھنا چاہیے، اور ان تشریحات کو بھی جن میں یہ بیان کیا جائے کہ ایک خاص شخص فلاں موقعے یا وقت تک زندہ تھے یا مر گئے تھے۔

باقی ماندہ دوسرے قدیم مراجع جن سے استفادہ کیا گیا ہے وہ زیادہ تر کتب تاریخ کے متون ہیں۔

ابن قتیبہ (۲۷۰ھ / ۸۸۴ء) نے "کتاب المعارف" میں عثمانؓ کی شہادت کے سلسلے میں "فتنہ" کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے، اسی طرح نہ تو "عیون الاخبار" میں اور نہ "تاویل مختلف الاحادیث" میں۔

بلاذری (۲۷۹ھ / ۸۹۲ء) میں ایک بیان ہے جس میں لفظ "فتنہ" استعمال ہوا ہے۔

۱۲- لما قتل عثمان، قال ابوموسی هذه مصیبة من مصیبات الفتن

یہاں لفظ "فتنہ" کا استعمال شاعرانہ انداز میں ہوا ہے، اس سے خانہ جنگی مراد لی جا سکتی ہے، لیکن بطور جمع استعمال کرنا "آزمائش و مصائب" کے لیے زیادہ موزوں نظر آتا ہے بہ نسبت خانہ جنگی کے۔

دینوری (۲۸۲ھ / ۸۹۵ء) ایک بار لفظ "فتنہ" علیؓ کے سلسلے میں ذکر کرتا ہے۔

۱۳- قال معاویة انه مالأ علی قتل عثمان واظهر الفتنة۔

کتبِ تواریخ کے کسی اور مصنف کے مقابلے میں دینوری کے بیان کردہ واقعات کو تاریخی حیثیت سے قبول کرنا بڑا ہی مشکل ہے، اس لیے کہ مصادر کو بیان کرنے میں آزادانہ رویہ اور ترک اسناد (اگر ایسا کرنا کوئی اہمیت رکھتا ہے) کی بنا پر کتاب مذکور ایک تاریخی ماخذ کی حیثیت سے زیادہ ادبی کتاب ہو کر رہ گئی ہے۔ بہرحال معاویہؓ کا علیؓ کے سلسلے میں کہنا مشکل ہی سے قابل یقین ہو سکتا ہے۔

یعقوبی (۲۸۴ھ / ۸۹۷ء) نے اپنی کتاب میں شہادتِ عثمان کے سلسلے میں لفظ "فتنہ" استعمال نہیں کیا ہے۔

طبری (۲۸۴ھ / ۸۹۷ء) نے دو موقعوں پر لفظ "فتنہ" استعمال کیا ہے۔

۱۴- وخوّتهم بالفتنة واعلمتهم ان فی قتله اختلافا — اس میں لفظ "فتنہ" سے مراد خانہ جنگی نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ عثمانؓ کی شہادت نہیں ہوئی تھی۔ اگر "خانہ جنگی" ہی مراد لی جائے تو پھر یہ بھی ایک قسم کی پیشین گوئی ہونے کی بنا پر غیر مستند ہو جاتی ہے۔

۱۵- انا نحن قتلناك من البلاء فانه لا ینبغی ترك اقامة الحق علیك مخالفة الفتنة عاما قابلا۔

یہاں بھی لفظ "فتنہ" کا استعمال شہادتِ عثمانؓ سے پہلے کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ اس بیان کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لیے نمبر ۲ بالا ملاحظہ ہو — اور آخر میں دو عیسائی مورخین کا قول نقل کرتے ہیں یعنی Eutichius Said Bitriq (۳۲۸ھ / ۹۳۹ء) اور

ان دونوں کی (۹۶۱/۳۵۰ھ) Agapius Mahbub al-Manbiji
کتابوں میں لفظ "فتنہ" کا استعمال عثمانؓ کی شہادت کے سلسلے میں نہیں ہوا ہے۔ مسلم مورخ المسعودی
بھی لفظ فتنہ کا استعمال نہیں کرتا ہے۔

بعد کی کتابوں میں "فتنہ" کا لفظ "عثمانؓ کی شہادت کے بعد خانہ جنگی" کے لیے بہ کثرت استعمال ہوتا
نظر آتا ہے، لیکن بعد کے عیسائی مؤرخین مثلاً المکین (۶۷۲ھ/۱۲۷۳ء) اور Butrus b.
al-Rahib (۶۸۱ھ/۱۲۸۲ء) کی کتابوں میں "فتنہ" بہ معنی "خانہ جنگی بعد از قتل عثمان" استعمال نہیں ہوا ہے۔

مذکورہ بالا تمام اقتباسات جن میں لفظ "فتنہ" استعمال ہوا ہے ان کے متعلق میں پر زور طریقہ
پہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ان میں سے ایک میں بھی اس وقت تک وجود میں نہیں آیا تھا جیسا کہ ان مصادر
نے بیان کیا ہے۔ ہاں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا استعمال ان مصنفین کی تاریخ وفات
کے قریب ہوا جب کہ دوسری طرف یہ بات بھی ہے کہ عیسائی مصادر اس کا کوئی ذکر نہیں کرتے، اس
لیے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ لفظ "فتنہ" بہ معنی "خانہ جنگی بعد از قتل عثمان" کا استعمال کسی صورت میں
بھی دوسری صدی ہجری کے آخری نصف سے پہلے نہیں ہوا، اور یہ کہ تمام بیانات اس وقت تک وجود میں
نہیں آئے جب تک عباسیوں کا دور شروع نہ ہوا۔

یہ بات یہاں دلچسپی سے خالی نہ ہوگی اگر لفظ "فتنہ" بمعنی "خانہ جنگی بعد از شہادتِ عثمان"
کے استعمال کا مقابلہ اسی لفظ "فتنہ" سے کریں جو ابتدائی مصادر میں دوسرے معنوں میں مستعمل ہوتے
رہے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں اس لفظ سے اکثر طور پر اموی خلیفہ کے خلاف عبداللہ بن الزبیر کی بغاوت
مراد ہے، اگرچہ اس کے علاوہ بھی اس سے قبل اور بعد کے ہنگاموں کو فتنہ کہا گیا ہے۔ ان کا بیان
حسبِ ذیل ہے:

سب سے اولین ماخذ عبدالحمید الکاتب (۱۳۲ھ) کا "الرسالۃ" ہے، مصنف نے لفظ فتنہ
کا جو استعمال کیا ہے سیاق و سباق کے اعتبار سے اس کی دو تعبیر ممکن ہے، یا تو ضحاک بن قیس (۱۲۷ھ/
۷۴۵ء) کا علم بغاوت مراد ہے اور اسی طرح ولید بن یزید کے زمانہ کا واقعہ بھی یا دوسری صورت یہ ہے کہ
عام طوائف الملوکی کو بتلاتا ہے، یہ تحریر ۱۲۹ھ کی ہے۔

ابن المقفع (۱۳۹ھ/۷۵۶ء) نے "فتنہ" کی جمع "فتن" استعمال کیا ہے، جس کے معنی مصائب و

بلیات ہیں، لیکن نہ تو کسی خاص بغاوت اور نہ کسی اضطرابی حالت کو بیان کرتا ہے، جس کو فتنہ سمجھا جائے۔
اسی طرح ابوداؤد الطیالسی (۲۰۳ھ/۸۱۸ء) نے بھی اپنی مسند میں کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔

ابن سعد نے دو دفعہ صراحتاً بہ الفاظ "فتنہ ولید بن یزید" تو لکھا ہے لیکن کسی دوسری بغاوت یا ہنگامی حالت کو فتنہ نہیں کہا ہے، بلکہ ابن الزبیر پر تو ایک پیراگراف بھی نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ابن سعد نے ابن الزبیر کے معاملے میں معاندانہ رویہ اختیار کیا ہو، اس لیے کہ عبداللہ بن الزبیر کے دوسرے بھائیوں کا ذکر خصوصی طور پر ابن سعد نے کیا ہے۔ عبداللہ بن الزبیر کے واقعات کو وہ فتنہ سے یاد نہیں کرتا بلکہ اس کے لیے "ایام" یا "زمن" استعمال کرتا ہے۔ مصعب الزبیری کا ایک شعر ہے:

الی اری فتنة تغلی مراجلها ... فالملك بعد ابی لیلی لمن غلبا

"ابی لیلی" سے مراد معاویہ ثانی (۶۴ھ/۶۸۳ء) ہے — اس شعر میں لفظ "فتنہ" غالباً ابن الزبیر کی بغاوت کے دوسرے مرحلے کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ابن سعد کی طرح مصعب نے بھی "فتنہ یزید بن ولید" کا استعمال صرف اظہار زمانہ کے لیے کیا ہے۔

خلیفہ بن خیاط نے عثمانؓ کے واقعات کے سلسلے میں لفظ "فتنہ" کا استعمال تو نہیں کیا ہے لیکن جب ولید بن یزید کے آخری ایام کا ذکر کرتا ہے تو ۱۲۷ھ کے واقعات میں لکھتا ہے: فیھا وقعت الفتنة" اور یہی ابن خیاط اس سے پہلے کے ایک واقعہ کے متعلق بھی لفظ "فتنہ" استعمال کرتا اور لکھتا ہے کہ "ایک شخص عبدالرحمٰن بن اذینہ العبدی یزید اوّل کے تحت بصرہ کا قاضی تھا۔ یہاں تک کہ "فتنہ" اٹھ کھڑا ہوا"۔ بعد کی ایک روایت کے مطابق اس قاضی کا انتقال ۸۹ھ/۷۰۸ء میں ہوا، لیکن بقول ابن حجر ۷۵ھ/۶۹۴ء یا ۹۵ھ/۷۱۴ء سے کچھ پہلے، اور یہ کہ اپنی حیات تک عہدۂ قضا پر فائز رہا، بہرحال یہ صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ اس عبارت میں فتنہ سے کون سا واقعہ مراد ہے۔ ابن الزبیر کی بغاوت بھی ہوسکتی ہے، یا ایک بعید خیال یہ بھی ہے کہ اس سے مراد عبدالرحمٰن بن محمد اشعث ۸۵ھ/۷۰۴ء) کی بغاوت بھی ہوسکتی ہے۔

جاحظ نے لفظ "فتنہ" ایک خاص واقعہ کے تعلق سے استعمال کیا ہے:

وکان مُرّة یقول لما قتل عثمان حمدت الله الا اکون دخلت فی شئ من قتله

فصليت مائة ركعة ، فلما وقع الجمل وصفين حمدت الله الا اكون دخلت فى شئ من تلك الحروب وزدت مائة ركعة فلما كانت النهروان حمدت الله اذ لم اشهده وزدت مائة ركعة فلما كانت فتنه ابن الزبير حمدت الله ...."

اگرچہ یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ بیان صحیح ہے، لیکن جو چیز عیاں ہے وہ یہ ہے کہ اس میں "فتنة" ان حالات کے لیے استعمال ہوا ہے جو عبداللہ بن الزبیر کی وجہ سے ۶۴ھ/۶۸۳ء میں پیدا ہوئے تھے یعنی عثمانؓ کی شہادت کے ۲۷ سال بعد۔ اس طرح جاحظ نے عبداللہ بن الزبیر کی بغاوت کو "فتنہ" کا نام دیا ہے۔

محدثین بھی کبھی کبھی ابن الزبیر کے پیدا کردہ حالات کو فتنہ کہتے ہیں، مالک بن انس (۱۹۷ھ/۷۹۵ء) عثمانؓ کی شہادت کو فتنہ نہیں کہا ہے، بلکہ جیسا کہ الزرقانی کی شرح موطا میں ہے کہ وہ عبداللہ بن الزبیر کے سلسلے میں فتنہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح بخاری میں بھی ایک حوالہ عبداللہ بن الزبیر کے سلسلے میں ملتا ہے۔ ایک دوسرا بیان جس میں "فتنة عبداللہ بن الزبیر" مذکور ہے الزبیر بن بکار (۲۵۶ھ/۸۷۰ء) کے بیان کا خلاصہ ہے۔

ابن قتیبہ (۲۷۰ھ/۸۸۴ء) کی کتاب المعارف میں لفظ فتنہ کا استعمال ایک عمومی کہاوت کے طور پر ہوا ہے جس میں یزید جانشین ولید کو مخاطب کیا گیا ہے۔ "كانت ولايتك رحمة ووفاتك فتنة۔" اگرچہ "فتنہ عبداللہ بن الزبیر" کے الفاظ کے ساتھ بہت سے بیانات ہیں لیکن کبھی کبھی اس لفظ کا استعمال "عبدالرحمٰن بن اشعث" کے لیے بھی ہوا ہے۔

الدینوری کی کتاب "الاخبار الطوال" میں ولید کی موت کے سلسلے میں لفظ "فتنہ" استعمال نہیں ہوا ہے۔ البلاذری کی "انساب الاشراف" کا وہ حصہ ایڈٹ نہیں ہوا ہے جس میں اس زمانے کا ذکر ہے۔ بہرحال الدینوری نے عمرو بن العاص کے سلسلے میں "فتنہ" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ قد اعتزل عن الفتنة" اس سے مراد ہیجانی کیفیت بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ Wellhausen کا خیال ہے، اور خانہ جنگی۔ مزید برآں الدینوری نے مختار الثقفی (۶۶ھ/۶۸۵ء) اور ابن اشعث کے سلسلے میں بھی "فتنہ" کا لفظ استعمال کیا ہے، ایک بار یہ لفظ ایسے سلسلے میں استعمال کیا گیا ہے کہ جس سے غلط مراد "اضطرابی کیفیت" ہو سکتی ہے۔

ایک اور مناسب جملہ میں الدینوری نے "فتنۃ" کا استعمال کیا ہے۔ اپنی کتاب کے مقدمے میں اس نے تمام تاریخی حوادث کا خلاصہ پیش کیا ہے جس کا وہ حال بیان کرنے والا ہے۔ الدینوری کی عبارت یہ ہے: "... وذکر الائمۃ والخلفاء والحروب التی کانت مثل یوم القادسیۃ وفتوح العراق وانصرام دولۃ العجم وحرب الجمل وصفین ویوم النہروان ومقتل الحسین بن علی علیہما السلام وفتنۃ ابن الزبیر وخروج الازارقہ ..." تمام اہم سیاسی واقعوں میں جن کا ذکر اس عبارت میں ہے یہ صرف عبداللہ بن الزبیر کی بغاوت ہے جس کے لیے لفظ "فتنۃ" استعمال کیا گیا ہے۔

البلاذری نے "فتنۃ عبداللہ بن الزبیر" لکھ کر عبداللہ بن عمر کے حوالے سے المدائنی (۲۳۵ھ/ ۸۵۰ء) کا جو قول نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔ "... حجاز کے لوگ فتنہ کی طرف بہت زیادہ مائل ہیں۔" یہ ریمارکس اس بیان کا حصہ ہے جس میں رذائل کا بیان ہے۔ اس سلسلے میں جتنے پرانے بیانات ہیں، اکثر و بیشتر موضوع ہیں۔

تاریخ یعقوبی میں ایک بیان ملتا ہے جس میں ولید کے جانشین کی حکومت کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے، "وکانت ولایتہ خمسۃ اشھر والفتنۃ فی جمیع الدنیا عامۃ" یہی یعقوبی مذکورہ عبارت سے پہلے بھی فتنوں کا ذکر کرتا ہے۔ مثلاً علیؓ کی موت کے فوراً بعد کا فتنہ، فتنہ ابن الزبیر، فتنہ عمرو بن سعید ۶۹ھ/ ۶۸۹ء) اور قتیبہ بن مسلم (۹۶ھ/ ۷۱۵ء)، اسی طرح یعقوبی نے دو بار اس لفظ کا استعمال بغیر حرفِ تعریف کیا ہے، جس سے مبہم طور پر اضطرابی کیفیت کا اشارہ ملتا ہے۔

الطبری نے یزید ثالث (جو ولید کے بعد خلیفہ ہوا) کے ذکر کے سلسلے میں درمیانِ متن اپنا ریمارکس بھی شامل کر دیا ہے، "وفی ھذہ السنۃ ... ھاجت الفتنۃ۔ اس کے بعد ہی دوسری سطر میں الطبری نے فتنہ کی جمع "فتن" کا جو استعمال کیا ہے وہ اس کی تائید کرتا ہے کہ اس سے مراد "خانہ جنگی" ہے، وہ عبارت یہ ہے" ذکر الخبر عما حدث فیھا من الفتن"، ابن الزبیر اور ابن اشعث کے سلسلے میں بھی الطبری نے لفظ "فتنہ" استعمال کیا ہے، ایک اور جملے میں الطبری کہتا ہے "... نفر اخلفوا للفتنہ"

المسعودی نے لفظ "فتنہ" کسی خاص سیاق وسباق میں استعمال کیا ہے۔ "فلما اکثروا من ذلک وخافوا الفتنۃ وھیجھا اصعد روح بن زنباع الجذامی علی منبر رسول اللہ ..."

ترجمہ، جب ان لوگوں [متبعین عبداللہ بن الزبیر] نے [مخالفانہ انداز میں] سختی اختیار کی اور وہ سب [ان کے

خلاف شامی فوج کی روانگی کی وجہ سے] فتنہ اور اس کی ہیجانیت سے خوف زدہ ہوگئے تو روح بن زنباع [عبدالملک کا ایک چچا جو شامی فوج میں تھا] منبر رسولؐ پر چڑھا ۔ ۔ ۔") یہ ایک فتنہ (شاید بغاوت ، جنگ) عبداللہ بن الزبیر کے فتنوں میں شامل تھا۔ المسعودی نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ایک جعلی پیشین گوئی بھی بیان کی ہے " کہ ایک فتنہ رونما ہوگا ۔"

اخیرا ، دو عیسائی مورخ Agapius اور Eutychius نے فتنہ کا لفظان واقعات کے متعلق استعمال کرتے ہیں جو عثمانؓ کی شہادت کے بہت بعد رونما ہوئے ۔ اوّل الذکر ، عبداللہ بن الزبیر کی بغاوت کو " فتنہ " کی ابتدا کہتا ہے ، اس نے لفظ فتنہ کو بغاوت ، مصیبت و تکلیف کے معنی میں استعمال کیا ہے ۔ وصیر خراج مصر دفعات فی کل جمعۃ خوفا من فتنۃ ۔

ولید کی موت کے موقعے پر Eutychius کہتا ہے کہ " فتنہ رونما ہوا ، اور شام میں اضطراب تھا۔ Agapius ، مختار ثقفی کے سیاسی مطلع پر نمودار ہونے کو بیان کرتا ہے کہ " فتنہ واقع ہوا اور اسی طرح جب ولید قتل ہوا تو کہتا ہے کہ " ۔ ۔ ۔ فتنے اور بلیات رونما ہوئے ۔"

مذکورہ بالا مثالیں ظاہر کرتی ہیں کہ لفظ " فتنہ " مختلف اور وسیع بشمول قرآنی مفہوم آزمائش برائی کی طرف مائل کرنے والا سے لے کر طوائف الملوکی اور انارکی پر محیط ہے ، تدریجاً بغاوت اور سرکشی کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا ، اور عبداللہ بن الزبیر کی بغاوت کو وقوع کے اعتبار سے اول ہونے کی بنا پر سب سے پہلے " فتنہ " کے نام سے یاد کیا گیا ـــــ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ابن سیرین کے قول کا جائزہ لیں جس کے متعلق شاخت کا خیال ہے کہ ابن سیرین کی طرف غلط منسوب ہے ۔ ابن سیرین کے قول کا متن یہ ہے :

" لم یکونوا یسألون عن الاسناد فلما وقعت الفتنۃ قالوا سمّوا لنا رجالکم فینظر الی اھل السنۃ فیوخذ حدیثھم وینظر الی اھل البدع فلا یوخذ حدیثھم ۔"

یہ صاف ظاہر ہے کہ " فتنہ " پر حرف تعریف ہے اور اس سے مراد " خانہ جنگی " ہے یا کم از کم بڑا سانحہ ۔ اگر برائے بحث ہی ہم یہ فرض کرلیں کہ ابن سیرین کا انتقال ۱۱۰ھ/۷۲۸ء میں ہوا اور یہ کہ اس کا متن بھی صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ لفظ " فتنہ " سے ابن سیرین کی مراد عبداللہ بن الزبیر کی بغاوت ہے نہ کہ عثمانؓ کی شہادت کے بعد ہونے والی " خانہ جنگی " جیسا کہ مسلم اسکالرس

سمجھتے ہیں۔ ان تمام حقائق کے پیشِ نظر جن کی تصریح اس مقالے میں کی گئی ہے، یہ بات ظاہر ہے کہ یہ مفروضہ صحیح ہے کہ لفظ "فتنہ" بہ معنی "خانہ جنگی بعد از شہادتِ عثمانؓ" کا استعمال نسبتاً بعد میں ہوا۔ اغلب یہ ہے کہ ۱۱۰ھ/ ۷۲۸ء کے بعد، جب کہ ابن سیرین کا انتقال ہوا، بہ الفاظِ دیگر ابن سیرین نے شہادتِ عثمانؓ کو فتنہ سے تعبیر نہیں کیا تھا۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ ابن سیرین کے الفاظ تاریخی اعتبار سے درست ہیں تو پھر اس سلسلے میں چند باتیں قابلِ غور ہیں:

۱۔ اس بات کی طرف اشارے کو خارج از بحث نہیں سمجھنا ہوگا کہ اصول تنقیدِ حدیث کے ارتقا میں اسناد کو پیچھے کی طرف لے جانے کی ذہنیت کارفرما رہی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، اور یہ ذہنیت ابن سیرین کے بیان میں لفظ "فتنہ" کی غلط تعبیر کا سبب بنے گا۔ یہ بجائے خود کوئی حیرت کی بات نہیں کہ زمانۂ ماضی میں اور اب بھی مسلم علما نے اس بات کا دعویٰ کر کے کہ اسناد کا استعمال کسی تاریخی بیان (مثلاً ابن سیرین) سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا، فن حدیث کی اہمیت کو مضبوط بنا دیا ہے۔

۲۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، J. Horovitz نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ اسلام میں اسناد کا استعمال پہلی صدی ہجری کے آخری تہائی میں شروع ہوا اور اسی نظریے کو دیگر لوگوں کے علاوہ Nabia Abbott اور فواد فواد سیزگن نے بھی تسلیم کیا ہے۔ ابنِ سیرین کے بیان میں لفظ "فتنہ" اسی نظریے سے مطابقت رکھتا ہے جس میں عبداللہ بن الزبیر کی بغاوت کو "فتنہ" سے یاد کیا جاتا ہے۔

۳۔ اگر ابن الزبیر کے متن کو لفظی اعتبار سے دیکھیں تو اس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ کس طرح ابتدا میں اسناد کا سلسلہ شروع ہوا۔ معتبر رواۃ صرف وہی تھے جن کا شمار اھل السنۃ میں تھا، اور یہ لوگ بدعت کی اشاعت و ترویج میں ملوث نہیں تھے، چوں کہ یہی کل معیار تھا، اس لیے ہم فرض کریں گے کہ چھان بین کا صرف یہی طریقہ تھا جس کے ذریعے راویانِ حدیث کو جانچا جاتا تھا۔ یہ طریقہ کہ مثلاً "الف" نے "ب" سے ملاقات کی، گویا بعد میں ایجاد کیا گیا۔

شاخت اپنی اس رائے میں کہ ابنِ سیرین کی طرف منسوب روایت جعلی ہے، صحیح ہو سکتا ہے لیکن مذکورہ بالا بیانات کے پیشِ نظر شاخت کے دلائل کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی۔